السلام علیکم ورحمةاللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز میں رفع یدین کرنا اورتینوں جہری نمازوں میں بلند آواز سے آمین کہنا درست ہے یا نہیں اور جو شخص ان دونوں پر عمل کرے وہ امام اعظم کے مذہب سے باہر ہوجاتا ہے۔ یا نہیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمةاللہ وبرکاتہ

الحمدلله، والصلاة والسلام علىٰ رسول الله، أما بعد!

علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے کیوں کہ مختلف اوقات میں رفع الیدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں، شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں طرفین کے دلائل بیان کر کے لکھا ہے کہ دونوں طریقوں کو ماننے کے سوا کوئی چارہ نیں ہے مولانا عبد العلی لکھنوی ارکان اربعہ میں طرفین کے دلائل لکھ کر فرماتے ہیں اگر نہ کرے تو بہتر ہے اور اگر کرلے تو کوئی حرج نہیں لکن اگر انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو بہت سے صحابہ کرام سے رفع یدین کرنا ثابت ہے چنانچہ عراقی نے شرح تقریب میں اور مولوی سلام اللہ حنفی نے شرح موطا میں پنجاہ صحابہ سے رفع یدین نقل کی ہے۔
سیوطیؒ نے تیئس صحابہ سے رفع یدین نقل کی ہے اور مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس نے سفر السعادت میں لکھا ہے کہ مرفوع احادیث اور آثار واخبار رفع یدین کے متعلق اکٹھے کیے جائیں تو ان کی تعداد چار سو تک پہنچتی ہے اور رفع یدین کے منسوخ ہونے کا دعویٰ بالکل بلا دلیل ہے۔
اعلم انہ قد روی الرفع عند الرکوع و الرفع منہ غیر ابن عمر ووائل بن حجر و مالک بن الحریرت عند الشیخین و ابو ہریرة و علی و ابو حمید الساعدی و ابن عباس عند ابی داؤد و انس و جابر و صھیب عند ابن ماجہ و البیھقی و ابو موسیٰ عند الدار قطنی وابو سعید و سھل بن سعد و محمد بن صھیب عند ابن ماجہ و البیھقی وابو موسیٰ عند الدار قطنی ابو سعید و سھل بن سعد و محمد بن مسلمة و ابو قتادة وابو موسیٰ الاشعری و عمرو اللیثی کما ذکر الترمذی قال الشافعی فی الام یروی ذلک عنہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعة عشر من الصحابة ویروی عن اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم من غیر وجہ وذکر البخاری انہ رواہ ستة عشر رجلا من الصحابة وذکر الحاکم ممن رواہ العشرة المبشرة و ذکر الولی العراقی انہ تتبع من رواہ من الصحابة فبلغوا خمسین رجلا فروی عبد الرزاق عن ابی حمزة مولی بنی اسد قال رایت ابن عباس اذا فتتح الصلٰوة یرفع یدیہ واذا رکع و اذا رفع رأسہ من الرکوع و روی ابن ابی شیبة عن عطاء قال رأیت ابا سعید الخدری و ابن عباس و ابن الزبیر یرفعون ایدیھم اذا افتتحوا الصلٰوة و حین رکعوا بعد ما رفعوا و عن اشعث کان الحن یفعلہ و عن ابن سیرین انہ کن یرفع و ذکر الترمذی ممن یقول بالرفع جابر وجانس و ابو ھریرة و عطاء و طاؤس و مجاھد و نافع و سالم و سعید بن جبیر و بہ قال الشافعی واحمد و اسحق والمحدثون و قال الامام ابو حنیفة لایرفع الا فی تکبیرة الاحرام و ھو روایة ابن القاسم و الشافعی عن مالکؒ قال ابن دقیق العید ھو المشھور عند اصحاب مالک و المعول بہ عند المتاخرین و احتجوا بما روا ابو داؤد و الترمذی من طریق وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال لنا ابن مسعود الا اصلی بکم صلٰوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صلی ولم یرفع یدیہ الا مرة واحدة مع تکبیرة الافتتاح قال ابو داؤد و ھذا حدیث مختصر من حدیث طویل لیس ھو بصحیح علی ذلک اللفظ قال الحافظ ابن حجر فی تخریج الرافعی قال ابن المابرک لم ثبت عندی و ضعفہ احمد شیخ یحییٰ بن دم و البخاری و ابو داؤد ابو حاتم و الدار قطنی والدارمی و الحمید الکبیر و البیھقی وقال ابن حبان ھذا احسن خبر روی لاھل الکوفة و ھو فی الحقیقة اضعف شئ یقول علیہ لان لہ علة توھنہ ووقع فی الخلاصة للنوی حکایة الاتفاق علی تضعیف ھذا الحدیث انتھی وقال ابن القطان ھو عندی صحیح ولا یقول ثم لایعود فقد قالوا ان وکیعا کان یقول من قبل نفسہ وکذا قال الدار قطنی انہ صحیح الا ھذہ اللفظة و ذکرہ الحافظ فی تخریج الھدایة لکنہ قال الترمذی انہ حسن و بہ یقول غیرہ واحد من اصحابہ صلی اللہ علیہ وسلم و صححہ ابن حزم ذکرہ الزرکشی فی تخریج الرافعی فغایة ما فی الباب بثبوت الرفع و عدمہ کلاھما عنہ و ھی انما یدل علی نفی وجوب الرفع لا علی عدم مذھبہ و ترک ابن عمر للرفع لایفید نسخ الندب قال البیھقی و قد یمکن الجمع بینھما ان ما رآہ ثابتا بانہ غفل عنہ فلم یرہ و غیرہ رآہ و غفل عنہ ابن عمر فلم یفعلہ مرة او مرات اذ کان یجوز ترکہ ففعلہ یدل علی انہ سنة و ترکہ یدل علی انہ لیس بواجب محلی فنقول وردت فی الرفع المذکور ارجع مائة خبر بین مرفوع و اثر علی ما قال مجد الدین فیروز اٰبادی فی السفر فالحدیث متواتر معنی رواہ خمسون من الصحابة فیھم العشرة المبشرة علی ما قالہ العراقی فی شرح التقریب و عدہ السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ من جملة الاحادیث المتواترة فی کتابہ المسمی بالازھار المتناثرہ فی اخبار المتواترہ و نسبہ الی روایة ثلاثة و عشرین من الصحابة فقال حدیث رفع الیدین فی الاحرام والرکوع و الاعتدال اخرجہ الشیخان عن ابن عمر و مالک بن الحویرث و مسلم یعنی فی افرادہ عن وائل بن حجر و لاربع فی اصحاب السنن الاربعة عن علی و ابو داؤد یعنی فی افرادہ عن سھل بن سعد و ابن الزبیر و ابن عباس و محمد بن مسلمة و ابی اسید و ابی حمید و ابی قتادة و ابی ھریرة و ابن ماجہ یعنی فی افرادہ عن انس و جابر بن عبد اللہ و عمرو اللیثی و احمد عن الحکم بن عمیر و الاعرابی و البیھقی عن ابی بکر الصدیق و البراء و الدار قطنی عن عمر بن الخطاب و ابی موسیٰ الاشعری و الطبرانی عن عقبة بن عامر و معاذ بن جبل انتھی کلامہ ثم استمر علیہ دابہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی فارق الدنیا و ھو فی زیادة البیھقی علی الحدیث المتفق علیہ عن الزھری عن سالم عن ابن عمرؓ فما زالت تلک صلٰوتہ حتی نقی اللہ تعالیٰ قال ابن المدینی فی حدیث الزھری عن سالم عن ابیہ ھذا الحدیث عندی حجة علی الخلق و کل من سمعہ فعلیہ ان یعمل بہ لانہ لیس فی اسنادہ شئ حکاہ الحافظ فی تخریج احادیث الرافعی و لکونہ لم ینسخ بعد صحتہ و تواترہ و روایتہ عن جم غفیر من الصحابة کان معمولاً فی الصحابة بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی دراسات اللبیب فی الاسوة بالحبیب للعلامة معین الدین السندی۔
ترجمہ: رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا حضرت ابن عمرؓ کے علاوہ مالک بن حویرث ابو ہریرہؓ علیؓ ابو حمید ساعدیؓ ابن عباسؓ انسؓ جابرؓ صہیبؓ ابو موسیٰؓ ابو سعید سہل بن سعدؓ محمد بن مسلمہؓ ابو قتادہ ابو موسیٰ اشعریؓ عمرو لیثیؓ وغیرہ صحابہ سے حدیث کی مختلف کتابوں میں منقول ہے۔ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں چودہ صحابہ سے رفع یدین کی روایتیں نقل کی ہیں۔ امام بخاری نے رفع یدین کو سولہ صحابہؓ سے روایت کیا ہے، حاکم کہتے ہیں کہ یہ وہ حدیث ہے جس کو عشرہ بشرہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ ولی عراقی کہتے ہیں کہ میں نے تتبع کیا تو مجھ پچاس صحابہ رفع یدین کی روایت نقل کرنے والے ملے، ابو حمزہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا ہے۔ عطاء کہتے ہیں۔ کہ میں نے ابو سعید خدری، ابن عباس اور ابن زبیر کو رفع یدین کرتے دیکھا، امام حسن اور ابن زبیر رفع یدین کرتے تھے امام ترمذی، احمد، اسحاق اور تمام اہل حدیث رفع یدین کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہ اور مالک کی ایک روایت رفع یدین نہ کرنے کے متعلق ہے اور دلیل میں ابن مسعودؓ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر دکھائی اور تکبیر تحریمہ کے سوا اور کسی جگہ رفع یدین نہ کی، ابو داؤد نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ ابن مبارک کہتے ہیں یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ امام احمد یحییٰ بن آدم، امام بخاری، ابو داؤد، ابو حاتم، دار قطنی، دارمی، حمیدی، بیہقی، ابن حبان سب نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ امام نووی نے کہا اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے ابن قطاننے کہا ''ثم لایعود'' (پھر نہ کرتے) کے الفاظ وکیع نے اپنی طرف سے کہے ہیں۔ دار قطنی نے کہا یہ لف ظ لایعود صحیح نہیں ہیں۔ امام ترمذی کہتے ہیں، کچھ صحابہ سے رفع یدین نہ کرنا بھی ثابت ہے۔ ابن حزم نے اس حدیث کو صحیح کہا اور ترمذی نے حسن۔ قصہ مختصر رفع یدین کا ثبوت اور عدم ثبوت دونوں مروی ہے اس اختلاف

سے وجوب کی نفی توثابت ہوسکتی ہے۔ اس کی عدم سنیت ثابت نہیں ہوتی اور عبداللہ بن عمر کا رفع یدین نہ کرنا اس کے مستحب ہونے کے منافی نہیں۔ اور ہوسکتا ہے کہ ابن عمر نے کبھی خیال نہ کیا ہو، تو استمرار رفع یدین سے انہوں نے انکار کیا ہو اور اس سے زیادہ سے زیادہ نفی وجوب رفع توثابت ہوسکتی ہے عدم سنت نہیں، رفعیدین توثابت ہوسکتی ہے عدم سنت نہیں، رفعیدین کے اثبات کی مندرجہ بالا تقریر سے بخوبی واجب ہوگیا کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ فیروز آبادی کے قول کے مطابق چار سو حدیثیں، آثار و اخبار اس کے ثبوت میں موجود ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری زندگی تک فع یدین کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں حضرت ابن عمر سے حدیث روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے وقت تک آپ کی نماز رفع یدین سے ہوتی رہی، عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ حدیث میرے نزدیک ہر اس آدمی پر حجت ہے جو اس کو سنے، رفع الیدین اپنی صحت اور تواتر اور جم غفیر سے روایت کے بعد منسوخ نہیں ہوتی، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی یہ صحابہ اور تابعین کا معمول رہی ہے۔ جیسا کہ معین الدین سندھی نے دراسات اللبیص بیان کیا ہے۔ اور اگر اس کی زیادہ تحقیق مطلوب ہو تو مولانا اسماعیل دہلوی کی کتاب تنویر العینین ملاحظہ فرماویں۔ آپ پر حق واضح ہوجائے گا۔

اور ایک دو مسائل میں امام صاحب کے وقل کو چھوڑ کر دوسرے اقوال پر عمل کرلینے سے کوئی آدمی ان کے مذہب سے خارج نہیں ہوجاتا، چنانچہ اس مسئلہ کی پوری تحقی معیار الحق میں موجود ہے۔ اس کو ملاحظہ کرکے تسلی کریر واگر تحقیق زیادہ ترازین در ثبوت رفعیدین منظور باشد، پس در تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین کہ یکے از مصنفات نفیسہ جناب مولانا محمد اسماعیل محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ است نظر کند کہ حق حقیق بروظاہر شود از عمل کردن بریک دو مسئلہ خلاف مذہب حنفی از مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بقول ہمیں امام عالی مقام بیرون نہ خواہد بود، چنانچہ تحقیق این مسئلہ در معیار الحق بوجہ بسط مذکور است، ہر کراشک وشبہ باشد، در معیار الحق ببیند تا تشفی خاطرش بخوبی شود۔

وما علینا الا البلاغ واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب۔

جواب سوال دوم کا یہ ہے کہ دلیل جمہور اور اکثر علماء کی اوپر جہر کرنے آمین کے حدیث ابوہریرہؓ کی ہے جو کہ ابوداؤد وغیرہ نے نقل کی: عن وائل بن حجر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال اٰمین ورفع بھا صوتہ رواہ ابوداوَد عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تلا غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال اٰمین حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول رواہ ابوداوَد وعن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من القرأام القراٰن رفع صوتہ وقال اٰمین رواہ الدارقطنی وحسنہ والحاکم وصححہ ذکرا ابن حجر العسقلانی فی بلوغ المرام وقال الحاکم اسنادہ صحیح علی شرطھما وقال البیھقی حسن صحیح وحدیث وائل اخرجوہ من طریق الثوری بلفظ صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قال ولا الضالین قال اٰمین ومد بھا صوتہ رواہ ایضا ابن ماجۃ من طریق اخری عنہ بلفظ قال اٰمین فسمعناھا منہ ورواہ احمد والدارقطنی من ھذہ الطریق بلفظ مد بھا صتہ کذا قال شارح بلوغ المرام القاضی حسن بن محمد بن سعید بن عیسی المغربی۔۔۔۔۔ وعن وائل بن حجر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال اٰمین ومد بھا صوتہ رواہ الترمذی وعن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال اٰمین حتّٰی یسمعھا اھل الصف الاول فیرتج بھا المسجد رواہ ابن ماجۃ وعن علی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال ولا الضالین قال اٰمین رواہ ابن ماجۃ وعن عبد الجبار بن وائل عن ابیہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما قال ولا الضالین قال اٰمین سمعناھا منہ وعن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ماحسد تکم الیھود علی شئ ماحسد تکم علی السلام والتامین وعن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماحسد تکم الیھود علی شئ ماحسد تکم علی اٰمین فاکثروا من قول اٰمین رواہ ابن ماجۃ اور مقتدی کے حق میں فرمایا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا امن الامام فامنوا فانہ من وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ماتقدم من ذنبہ رواہ الترمذی وابوداوَد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجہ۔

دوسرے سوال کا جواب ی ہ ہے کہ جمہور اکثر علماء کے نزدیک آمین بالجہر کہنا سنت ہے اور ان کے دلائل حسب ذیل ہیں، وائل بن حجر کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پڑھتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ آپ جب ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے جس کو پہلی صف والے سن لیتے، ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جب آپ الحمد کی قرأت سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے آمین کہتے، اس کی سند بخاری مسلم کی شرائط پر ہے، وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو جب آپ نے ولا الضالین کہا تو بلند آواز سے آمین کہی، دوسری حدیث میں ہے کہ ہم نے آپ کی آمین سنی، وائل بن حجرؓ کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے ولا الضالین کے بعد آمین بلند آواز اور مد کے ساتھ کہی ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جب آپ نے ولا الضالین کہا تو اتنی آمین کہی، کہ پہلی صف والوں نے سن لی، پھر صحابہ کی آمین سے مسجد گونج اٹھی، حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے، ابن حجرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ولا الضالین کے بعد آپ کی آمین سنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا حسد یہودی تمہاری آمین اور سلام پر کرتے ہیں اتنا اور کسی یز پر نہیں کرتے سو تم آمین بلند آواز سے کہا کرو اور فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوجائے اس کے پہلے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے آمین کہتے تھے تو ہمیں بھی بلند آواز سے کہنا چاہیے کیوں کہ آپ نے فرمایا ہے، جیسے تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو ویسی ہی نماز تم بھی پڑھا کرو، اکثر علماء نے کہا آمین بلند آواز سے کہنا چاہیے، مولانا عبد العلی ارکان اربعہ میں فرماتے ہیں آمین آہستہ کہنے کے بارے میں صرف ایک حدیث ہے۔ اور وہ بھی ضعیف ہے۔ آہستہ آمین کہنا ہمارا مسلک ہے مگر اس کے متعلق علقمہ بن وائل کی حدیث کے سوا کوئی حدیث نہیں ہے اور وہ حدیث ضعیف ہے لیکن معاملہ آسان ہے آمین کہنا سنت ہے اور آہستہ یا بلند کہنا مستحب ہے مولانا اسماعیل تنویر العینین میں فرماتے ہیں کہ آمین آہستہ کہنے سے بلند آواز سے کہنا بہتر ہے۔

پس مقتدی کو چاہیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرے یعنی جس طرح سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمین پکار کر کہتے تھے اسی طرح مقتدی بھی پکار کر کہے کہ اقتداء آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی جاوے کیوں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صلوا کما رأیتمونی اصلی (ترمہ) یعنی پڑھو نماز جیسا کہ مجھ کو نماز پڑھتے دیکھا تم نے۔ قال الاکثرون یجھر بالتامین کذا قال النووی وغیرہ من المحدثین مولانا عبد العلی حنفی وارکان اربعہ می فرمایند کہ درباب آہستہ گفتن آمین، ہیچ واردنہ شدہ مگر حدیث ضعیف اما تامین الامام والماموم فلما روی مسلم عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امن الامام فامنوفانہ من وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ماتقدم من ذنبہ واما الاسرار بالتامین فھومذھبنا ولم یروفیہ الا ماروی الحاکم عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ انہ صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا بلغ ولا الضالین قال اٰمین واخفی بھا صوتہ وھو ضعیف وقد بین فی فتح القدیر وجہ ضعفہ لکن الامر فیہ سھل فان السنۃ التامین اما الجھر والاخفا فندب کذا فی الارکان الاربعہ۔

حاصل کلام کا یہ ہے کہ تامین بالجہر نماز جہریہ میں امام شافعی وامام احمد جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے اور امام ابوحنیفہ و دیگر اہل کوفہ کے نزدیک تامین نماز جہرہ میں سرا مطلق جائز ہے۔ اور استدلال جمہور کا حدیث وائل سے ہے و استدل الجمھور مع ما فی حدیث الباب بما رواہ ابوداوَد عن ابی ھریرۃ کان صلی اللہ علیہ وسلم اذا تلا غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال اٰمین حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول کذا فی المحلی شرح الموطأ لمولانا سلام اللہ الحنفی ومولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ در رسالہ تنویر العینین می فرمایند، کہ بجہر آمین گفتن اولیٰ است از آہستہ گفتن وعبارہ ھکذا والتحقیق ان الجھر بالتامین اولیٰ من خفضہ انتھی کلامہ واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب۔

فائدہ :

در مستدرک حاکم است حدثنا ابوبکر احمد بن سلمان الفقیہ ببغداد ثنا الحسن بن مکرم البزار ثنا روح بن عبادۃ ثنا شعبۃ واخبرنی عبد الرحمن بن الحسن القاضی بھمدان ثنا ابراھیم بن الحسین بن دیزیل ثنا اٰدم بن ابی ایاس ثنا شعبۃ عن عاصم بن سلیمان ان اباعثمان النھدی حدثہ عن بلال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یستغنی باٰمین ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ وابوعثمان الھندی مخضرم قد ادرک الطائفۃ الاوی من الصحابۃ وھذا بخلاف مذھب احمد بن حنبل فی التامین لحدیث ابی صالح عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا اٰمین وفقھاء اھل المدینۃ قالوا بحدیث سعید وابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ اذا امن الامام فامنوا۔ انتھی ما فی المستدرک۔

فائدہ :

مستدرک حاکم میں ہے، بلال کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لا یستغنی بآمین'' یہ حدیث شیخین کی شرط پر ہے گو انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔ امام احمد بن حنبل ابوہریرہ کی حدیث بنا پر بلند آواز سے آمین کہتے اور مدینہ کے فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔ واضح ہو کہ حاکم نے جو بلال سے روایت نقل کی ہے۔ اس میں دو غلطیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ بلال کے قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ یعنی یہ حدیث حقیقت میں موقوف ہے۔ جسے مرفوع بنا دیا گیا ہے اور دوسری غلطی یہ ہے کہ ''لا تسبقنی بآمین'' (مجھے آمین کہہ لینے دیناض کے الفاظ کو ''لا یستغنی بآمین'' بنا دیا گیا ہے۔ چنانچہ صحیح روایت میں ''لا تسبقنی بامین'' کے لفظ آئے ہیں۔ اور اس کی نظیر ابوہریرہ کی حدیث ہے۔ جسے بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ اپنے امام علاء بن حضرمی کو آواز دیا کرتے تھے۔ کہ میری آمین فوت نہ ہونے دینا۔ ابن عساکر کی روایت میں ہے۔ کہ مجھ سے آمین

پہلے نہ کہہ لینا اس کی وجہ سے یہ تھی کہ ابوہریرہ مروان کے مؤذن تھے ابوہریرہؓ نے مروان سے شرط کرلی تھی کہ میں اس صورت میں مؤذن بنوں گا کہ ولا الضالین میرے نماز شروع کرنے سے پہلے نہ کہہ لینا کیوں کہ حضرت ابوہریرہؓ کے ذمہ بحیثیت مؤذن یہ ڈیوٹی بھی تھی کہ صفوں کو درست کریں اور اقامت وغیرہ کہیں۔ اور مروان ابوہریرہؓ کے فارغ ہونے سے پہلے ہی نماز شروع کر دیا کرتا تھا۔ تو ابوہریرہؓ نے اس لیے یہ شرط کی تھ۔ خلاصہ یہ کہ مستدرک کی روایت سے جو آمین بالجہر کی ممانعت ثابت کرے وہ غلطی پر ہے۔ واللہ اعلم

واضح باد کہ درروایت بلال درلفظ حدیث حاکم دو غلطی واقع شدہ یکے آنکہ مقولہ بلال رامنسوب بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کردہ دوم آنکہ بجائے لفظ لا تسبقنی لایستغنی واقع شدہ و صحیح روایت ایں است حدثنا اسحق بن ابراہیم بن راھویہ انا وکیع عن سفیان عن عاصم عن ابی عثمان عن بلال انہ قال یا رسول اللہ لا تسبقنی بآمین کما رواہ ابوداؤد فی سننہ (ترجمہ) بلال گفت اے رسول خدا در آمین گفتن سبقت نفرماید چیزے در قرآت فاتحہ آہستگی نمائید کہ من ہم بمفارقت آمین شما شریک شوم زیرا کہ مراد راقامت و تسویہ صفت من وجہ دیرے یشود، و نظیر قول بلال قول ابوہریرہ در صحیح بخاری مذکور است و کان ابو ھریرۃ ینادی الامام ھو العلاء بن الحضرمی کما عند عبد الرزاق لا تفتنی من الفوات ولابن عساکر لا تسبقنی بآمین من السبق و عند البیھقی کان ابو ھریرۃ یوذن لمروان فاشترط ابو ھریرۃ ان لا یسبقہ بالضالین حتی یعلم انہ دخل فی الصف و کان یشتغل بالاقامۃ و تعدیل الصفوف و کان مروان یبادر الی الدخول فی الصلوۃ قبل فراغ ابی ھریرۃ ینھاہ عن ذلک انتھی ما فی اشراد الساری وغیرہ من الشروح البخاری۔

حاصل معنی روایت حاکم ایں است کہ مقتدی بمعیت امام بلامہلت آمین گوید، زیرا کہ بعہ می نویسد کہ ھذا بخلاف مذھب احمد بن حنبل اہ یعنی نزد احمد تقدم امام وتاخر مقتدی بترتیب بلامہلت باید، بقرینہ فاء فقولوا و فامنوا زیرا کہ مقتضی فاء ترتیب بلامہلت است چنں کہ بر متامل ذکی مخفی نہ باشد، ولفظ یستغنی من الغنا فہمیدن و باز یستغنی را بمعنی تیغنی قرار دادن یعنی لایجہر بآمین مراد گرفتن بناء فاسد علی الفاسد خواہد بود، زیرا کہ استغناء بمعنی تغنی در لغت عرب مستعمل نذہ شدہ و من ادعیٰ فعلیہ البیان بلکہ بلاشبہ از غلطی کاتباں بجائے لا تسبقنی لایستغنی واقع شد چہ روایت ابوداؤد برآن شاہد عدل است، وہم قول ابوہریرہؓ مقوی ومساعد است آن راچناں کہ از صحیح بخاری سابق مذکور گردید، وور روایت مستدرک شعبہ است وور روایت ابوداؤد سفیان است قائم مقام شعبہ باقی عاصم وابی عثمان نہدی از بلال در مستدرک و ابوداؤد متوافق اند س اگر غلطی آن محمول بر کتابت نقل کنندگان نباشد، دریں صورت مقابلہ شعبہ باسفیان خواہد بود، درمیان اختلاف روایت حاکم و ابوداؤد پس چناں کہ سنن ابوداؤد مقدم خواہد بود بر مستدرک حاکم ہمچناں سفیان مقدم شد بر شعبہ در صورت اختلاف، چنانچہ در باب الرجحان فی الوزن مستفاد یشود حدثنا ابن ابی رزمۃ قال سمعت یقول قال رجل لشعبۃ خالفک سفیان حدثنا احمد بھن حنبل نا وکیع عن شعبۃ قال کان سفیان احفظ منی منتھی ما فی سنن ابی داؤد۔

خلاصہ کلام دریں مقام این است کہ ہر کہ روایت مستدرک حاکم مانع جہر آمین شود مخطی است چہ ازین روایت نفی جہر آمین اصلاً مرتبط نیست ومساسے ندارد، چناں کہ از ماسبق بوضوح پیوست وما علینا الا البلاغ المبین۔

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 3 ص 160-169

محدث فتویٰ